

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اشارات

اس مرتبہ ہم احوال عالم پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام اور مسلمانوں کو کیا درپیش ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تحریکوں کے کارکنوں کو فتوحات کی خبریں فطری طور پر پسند ہوتی ہیں، مگر حقائق واقعات کا رنگ اگر دوسرا ہو تو ناخوشگوار امور پر بھی پوری نگاہ ہونی چاہیے کہ خوش فہمیوں کی وجہ سے اطمینان کی کیفیت بالعموم عمل کی ترو اور تصادم کے جذبے کو کمزور کر دیتی ہے۔ وقتاً فوقتاً مخالفانہ قوتوں کی پیش قدمیوں اور دراز دستیوں سے آگاہ ہونے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اہل ایمان و عزم نہ زیادہ سرگرمی سے معرکہ آرا ہوتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہونا چاہیے کہ کیسی دنیا میں رہ کر کام کر رہے ہیں اور کیسی کیسی شروعات کی قوتیں ہمارے درپے ہیں۔

تخریکی مساعی کی تاریخ — اور خصوصاً اسلامی جدوجہد انقلاب کی قرآنی داستانوں اور بعد کی تاریخی مثالوں پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ کسی ایک ہی ہتے سے سر نہیں ہوا کرتا بلکہ بار بار ایسے آثار چڑھاؤ واقع ہوتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر اندازے کچھ لگاتے جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ جمعی جہائی حکومتوں، قیمنوں، تخریکوں اور تسلط پائے ہوئے نظریوں کو اکھیر چھینکا ایسا کھیل تو ہے نہیں کہ جیسے ایک جرمی بوٹی کو زور سے کھینچا اور وہ نکل آئی۔ بڑے بڑے قوت کے محاذوں کو پیلنج کرنے کے لیے ایک قلیل سی تعداد، ناکافی ذرائع و وسائل کے ساتھ دنیا کے کسی دورِ علم و شعور کے لحاظ سے ایک اجنبی نظریے کا علم لہراتی ہوئی اٹھتی ہے۔ اس کا جادہ جدوجہد لمبا جانگل راستہ ہونا ہے۔ جس میں جگہ جگہ رکاوٹیں، مزاحمتیں، مصائب اور حوصلہ شکن آزمائشیں پیش آتی ہیں اور حالات کا تیزی سے ادل بدل ہوتا ہے، ہر پیامِ جلد نیا رویہ چاہتا ہے۔

اس وقت ایک طرف لادیتی تہذیب اور نفعی خدا پرستی فلسفوں کی علمبردار قوموں کی بڑی بڑی قوتیں اسلام کو اس بنا پر خطرناک سمجھتی ہیں کہ ماضی میں وہ ان کے عزائم بد کے لیے بہت مزاحم رہا ہے۔ حال کے لحاظ سے وہ آہستہ آہستہ ایک چیلنج بن کر ابھر رہا ہے۔ ان کے ماننے والوں میں نئی حرکت اور غلط افکار و اطوار کے لیے ایک نئی مزاحمت پائی جاتی ہے۔ ہر طرف کان کھڑے ہو گئے ہیں اور ناکوں کے نچھنے خطرے کی بوسوں گھننے کے لیے پھپرک رہے ہیں۔ نگاہیں دور بینیں بن کر افق کے قریب کسی نئی قوت کو پیش قدمی کرتے دیکھ رہی ہیں — اس میں کچھ حقیقت بھی ہے، مگر زیادہ نفسیات وہم و خوف۔ تیسری طرف کم سے کم ایک بات ان ممالک میں بھی شدت سے محسوس کی جانے لگی ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے، یہ انوکھی اقلیت دوسری اقلیتوں کے بخلاف اکثریتی معاشرے میں ضم ہونے اور ہر قسم کے نظریوں اور حکومت کے نظاموں سے والہانہ ہم آہنگی کے لیے تیار نہیں ہے۔ لہذا مسلم اقلیتوں کو بھی سخت آزمائش درپیش ہے۔ کمال یہ ہے کہ ایسے حالات میں بھی ٹمٹھ پاؤں مارنے سے باز نہیں آتے۔ کم سے کم یہ ایک بڑی علامت ایمان ہر جگہ پائی جاتی ہے۔

آپ سابق انبیاء علیہم السلام کے ادوار دعوت و کشمکش کو چھوڑ کر اگر صرف پیغمبر خاتم النبیین ﷺ علیہ وسلم کی سعی و جہد پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ مخالفت و مزاحمت کے کئی ادوار یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ مکہ کا ابتدائی دور اذیت و تعذیب، پھر ہجرت حبشہ، ہجرت حبشہ کے بعد مزید ستم شاریاں، شعب ابی طالب، سفر طائف کا کرب، قریش کا منصوبہ قتل، پھر ہجرت مدینہ۔ ہجرت کے ساتھ ہی قریش کی طرف سے جنگوں کا سلسلہ۔ مگر انہیں طوفانی گردابوں سے نکل کر اسلام کی کشتی ساحلِ مراد کو پہنچی۔ حالاً کی سنگینی کا درجہ تکمیل تک جا پہنچنا بعض اوقات کامیابی کا اشارہ ہوتا ہے۔

ع مرد باید کہ ہر اسان نہ شود

برطانیہ میں مسلمانوں کو جو حالات درپیش ہیں، ان کے سلسلے میں بڑا اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ سرکاری سکولوں کی نصابی کتابوں میں بغیر اس کا لحاظ کیے کہ اب خاصی تعداد میں مسلمان بچے بھی داخل ہوتے ہیں، بعض تکلیف دہ باتیں شامل ہیں جن کو پڑھاتے ہوئے مسلمان بچوں کے ذہنوں کو ماؤف کیا جاتا ہے۔

مثالیں :-

” لیکن بیسویں صدی کی ترقیات نے کئی نئی الجھنیں کھڑی کر دی ہیں۔ کسی شخص کا چار شاہدیاں کرنا، عورتوں کا نقاب پہننا، دن میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا، ۴ ہفتوں کے لیے روزے رکھنا، یہ ساری چیزیں اگلے وقتوں کی پر سہولت زندگی میں کسی شخص کے لیے مناسب ہو سکتیں تھیں۔ لیکن اب شہروں کی جدید زندگی میں کیسے شامل ہو سکتی ہیں۔“ (الیف، جی، میرٹھ — ورلڈ ریجنس)

”یہودیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کے رد عمل سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں غیظ و غضب کی لہر اٹھی سو مدینہ سے ہمت سے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا گیا اور کئی دوسروں کو قتل کر دیا گیا“ (الیف، ہائیلے — مسٹریز اینڈ اسلام)۔

” پیغمبر علیہ السلام کا پیدائشی نام نعوذ یا نثد (KOTHAN) تھا۔ (اس لفظ کا صحیح تلفظ معلوم نہیں کیا ہے۔ ایڈیٹر) اور ایک مرعیانہ حالت رکھنے والے بچے کی حیثیت سے سجائی صحت کے لیے انہیں قضیبہ مکہ) سے دور بھیج دیا گیا تھا“ مزید لکھا ہے کہ ”کعبہ ایک پتھر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے ابراہیم علیہ السلام مکہ میں لائے تھے۔“ (الیف ریچ، ایم، میڈ انیل وائے ڈبلیو زمرین ریسیجیر آف وی ورلڈ)۔

— مسلمانوں کو لٹیٹر قرار دیا جانے کا ایک اور نسخہ — محمد اینڈ دی عرب ایمپائر

یہ الگ بات ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنے ذاتی اختلاف، عقائد اور تعصب کو ظاہر کرنے کا حق ہے۔ مگر یہاں مسئلہ وسیع اور جبری تعلیم کا ہے (یعنی مختلف مذاہب کے بچے شریک ہیں)۔ کسی کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو اسلام کا غلط تصور دلائے اور اسے دور حاضر میں ناقابل عمل قرار دے۔ آج انگریزی زبان میں انگریزوں کا مطبوعہ بھی اور باہر سے جانے والا مستند انگریزی لٹریچر بھی بچوں کے لیے موجود ہے۔ علاوہ ازیں ایسے ادارات اور اہم اشخاص موجود ہیں جن سے نظر ثانی یا مشورت کا کام لیا جاسکتا ہے بلکہ صحیح تہذیب کے مسلمانوں کے معتمد علیہ عالمی مصنفین سے درخواست کی جائے کہ وہ اسلام کے متعلق مضامین لکھ کر دیں۔

یہ مسئلہ ڈاکٹر غلام سرور صاحب ڈائریکٹر مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ تے اٹھایا ہے اور ٹرسٹ کئی اداروں کا نمائندہ ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کوششیں جاری ہیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں کے لیے دوسری مصیبت یہ درپیش ہے کہ فارم انیمیل ویلفیئر کونسل نے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ رکھا ہے کہ جانوروں کے یہودی اور اسلامی طریقِ ذبح کو ظالمانہ ہونے کی وجہ سے ۳ سال کے اندر اندر ممنوع ٹھہرایا جائے اور ایکٹ ۱۹۶۳ء میں جو گنجائش دی گئی تھی وہ واپس لی جائے۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہودیوں کے لیے کوئی راستہ بن جائے گا لیکن چھری صرف مسلمانوں کے حقوق پر چلے گی مسلمانوں کی طرف سے نہ صرف اعتراض کا نظریاتی اور سائنٹیفک جواب دیا جا رہا ہے بلکہ مختلف تنظیمیں مخالف ذبیحہ مطالبے کے خلاف آواز اٹھا رہی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم باہر سے حلال گوشت درآمد کریں تو ہینگا پڑے گا۔ لے دے کے آخری راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ مسلمان سبزی خوردہ بن کر رہیں۔ غضب کے وہاں کا مرغوب سوور کا گوشت تو مسلمان ملکوں تک ہر جگہ موجود، اور مسلمانوں کے مطلوبہ حلال گوشت کو نایاب بنانے کا منصوبہ!

ایک نئی مصیبت یہ شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں۔ پہلے ان کے در و دیوار پر نازی جرمنی کا سواستیکا کا نشان بنا دیا جاتا ہے، پھر کسی مناسب موقع پر آگ دکھا دی جاتی ہے۔ متعدد واقعات ایسے ہو چکے ہیں کہ زندہ افراد، عورتیں اور بچے جل گئے۔ قوم پرست پولیس نہ کوئی تحفظ فراہم کر سکتی ہے، نہ مجرموں کو کیفر کر داتا تک پہنچاتی ہے۔ آج کل کے شاندار معاشروں کی تعلیم و تہذیب میں یہ بے مسلک۔ تعصب کا دخل۔

ایسے ہی ایک خانہ سوختہ بھائی نے اپنا قصہ لکھنے کے ساتھ ساتھ اس دردناک مصیبت سے پردہ اٹھایا ہے کہ برطانوی ذرائع ابلاغ — تمام اخبارات اور ریڈیو، ٹی۔وی، خود جناب ”بی بی سی“ سب کے سب مسلمانوں کی کسی مصیبت و شکایت کی رپورٹ سامنے لانے پر تیار نہیں۔ خطوط تک نہیں چھپتے۔ دس ہزار مسلمانوں کا مظاہرہ غائب، مگر ۳ سو افراد کا ترکی کے خلاف مظاہرہ ریڈیو، ٹیلی وژن ہر جگہ موجود۔ یہاں پھر وہی تعصب ہے۔ آخر جس فلسفے اور علم اور تمدن نے ذرائع ابلاغ کے اعلیٰ ادماغوں کو اس لعنت میں مبتلا کیا ہے۔ اس کو سوائے کوشمہ طاغوت کے اور کیا کہا جائے۔ برطانیہ اور سارا مغرب مل کر بھی انسان کو انسان نہیں بنا سکا۔ بلکہ مشرق میں جو انسانی قدریں کام کر رہی ہیں۔ جدید مغرب کی طرف سے ان کو بھی ملیا میٹ کرنے کی مہم چل رہی ہے۔ اور اس مہم کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

مسلمانوں کا تہذیبی وجود اور ان کے اندر جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے کا جذبہ جو عقیدتوں اور عبادتوں سے لے کر عمارتوں اور فنون تک پر چھایا ہوا ہے، اسے مٹانے کے لیے کمیونسٹوں نے وسط ایشیا کے مسلمان معاشرہ میں بڑی سنگین اور اذیت رساں کوششیں برسوں جاری رکھی ہیں، مگر یہ کوششیں اس معنی میں پوری طرح کامیاب نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایک ننھی سی ایمانی چنگاری ایسی ہمیشہ برت کی تہوں اور آہنی سلوں کے نیچے بھی برسوں موجود رہتی ہے کہ وہ موقع پلٹے ہی نور و حرارت کی شعاعیں پھیلنے لگتی ہے۔

اب بلغاریہ کی کمیونسٹ حکومت نے ایک نیا تجربہ شروع کیا ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعی علامت مسجد ہے، سو مساجد کو ختم کیا جا رہا ہے۔ بعض کو منہدم کر دیا گیا ہے۔ بعض پر حکومت نے قبضہ کر لیا ہے۔ انفرادی طور پر ناموں کی بڑی تہذیبی اہمیت ہے جس سے مسلمان دنیا بھر میں پہچانا جاتا ہے۔ اب مسلم ناموں کو مٹانے کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ ناموں کو "بلغاریا" جا رہا ہے اور آئندہ شہریت اور دوسرے تمام حقوق کا دار و مدار بلغاریہ ناموں پر ہوگا۔

تالیخی طور پر بلغاریہ کا جو تعلق ترکی سے رہا ہے اس کی وجہ سے بیشتر مسلم آبادی ترکی النسل ہے۔ اس ہمسایہ ریاست کے ترکی سے تجارتی اور دوسرے تعلقات رہے ہیں۔ ترکی کے وزیر خارجہ بلغاریہ کی حکومت کو اپنی روش بدلنے کے لیے کہہ چکے ہیں، مگر بے سود۔ اب انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ترکی بلغاریہ کے ترک مسلم مہاجرین کو اپنے ہاں قبول کرنے کو تیار ہے۔

اُدھر سے حکومت بلغاریہ نے بعض علماء اور بہت سے دانشوروں کی یہ اپیل نشر کر دی ہے کہ ہم مسلمانوں پر نام تبدیل کرنے کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں کیا جا رہا۔ یہ اپیل بجائے خود ایک بڑے جبر کی شہادت ہے۔

بلغاریہ کی طرح یوگوسلاویہ (اور البانیہ) بھی مسلم دشمن کمیونسٹوں کے تسلط میں ہے۔ بلغراد کے مرکزی جیل میں صوبہ کوسوو کے اسیران ضمیر کا وجود وہاں کی جبریت کا گواہ ہے جن کے سلسلے میں ایمنٹی انٹرنیشنل کی بھی رپورٹ ہے کہ حکومت کوسوو قیدیوں کے ساتھ بہیمانہ اور قہرین آمیز ہے۔ ان قیدیوں میں ضیا شکیبائی

تھے جن کا دل کے دورے سے انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے احباب کا دعویٰ ہے کہ جیل کے سنگین حالات اور تشدد و اذیت رسانی کا جو معاملہ البانوی مخالفین حکومت سے ہے اس کی وجہ سے متذکرہ وفات واقع ہوئی ہے۔

جناب شبیسو مرحوم (عمر ۳۱ سال) کے خلاف جو سکول ٹیچر تھے اور ۱۳ سال کی لمبی سزا بھگت رہے تھے، حکومت کا الزام یہ تھا کہ ان کا رویہ سوشلسٹ حکومت کے لیے ضرر رساں تھا۔ ایک افسر کا یہ کہنا ہے کہ ۱۹۸۱ء سے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کے باوجود کوسوو میں حالات درست نہیں ہوئے۔ ۳۵ ہزار البانیوں کے خلاف اب تک مقدمات چلائے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود مخالفانہ مطبوعات برابر سامنے آ رہی ہیں، مختلف سلوگن اور فقرے در و دیوار پر اس تیزی سے آتے ہیں کہ حکومت کے کارندے ایک بار انہیں مٹانے کے لیے تیار رہ چکے ہیں۔ حکومتی تنصیبات کے پاس ہم پھٹتا ہے مگر سیلک میں سے کوئی شخص گواہی دینے والا نہیں ملتا۔

تاریخ کا عجیب مذاق ہے کہ بلغاریہ والے کمیونسٹ ہوتے ہوئے مسلمانوں کے نام بدل رہے ہیں اور ادھر تھائی لینڈ والے کمیونسٹ دشمن ہوتے ہوئے یہی تجربہ دہرا رہے ہیں۔ حالانکہ تھائی لینڈ کے بدہمسٹوں کو وہ تجربہ فراموش نہ ہونا چاہیے جس سے ان کے لامے اور چیلے دو چار ہو چکے ہیں۔

مگر دلچسپ یہ ہے کہ بلغاریہ والوں نے جو تجربہ جبر و تشدد سے شروع کیا، اسے تھائی لینڈ والوں نے بڑے ٹھنڈے طریقے سے چلایا ہے۔ تھائیوں نے اپنا کام سکول کے بچوں سے شروع کیا ہے۔ جبر کے سیمانے انعام کا راستہ اختیار کیا ہے۔ یعنی جو بچے نام بدلیں ان کی فیسیں اڈالر سے ہ سینٹ (امریکی) تک معاف کر دی جائیں گی۔ ساتھ ہی نام نہ بدلنے کی صورت میں جو سناج آئندہ نکلیں گے وہ بھی تباہ جاتے ہیں۔

ساتھ ہی پرائمری تعلیمی افسر نے حکم دیا ہے کہ سکولوں میں بدھ کے بڑے بڑے مجسمے نصب کیے جائیں۔

تھائی لینڈ سے ملحق اور اس کے زیر قبضہ ایک مصیبت زدہ علاقہ پٹانی (PATANI) کا بھی

ہے۔ یہ مسلمان آبادی کی ایک بڑی ہے جو آزاد سلطنت تھی، مگر انگریزوں نے سیامیوں نے ساز باز کر کے اُسے مضافی لینڈ کے ماتحت کر دیا۔ اس علاقے نے آزادی کے لیے بڑی جدوجہد کی مگر آج تک پنجبہ جبر سے رہائی نہ ملی بلکہ زنجیریں کستی ہی چلی گئیں۔

یہ علاقہ ۹ ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ رکھتا ہے۔ ربڑ، ٹین، تیل، عمارتی لکڑی، مچھلی اور سونے کی برآمدی پیداواریں حاصل ہوتی ہیں۔ مضافی لینڈ کی آمدنی کا ۳۳ فیصد حصہ اسی علاقے سے حاصل ہوتا ہے۔

حکومت نے اس علاقے میں دہشت گردوں کا ایک ہوا اکھڑا کر رکھا ہے اور تدارک کے لیے فورسز آرمی یہاں مامور ہے اور تمام دیہی علاقوں میں گشت کرتی ہے۔ فوج کو خصوصی اختیارات حاصل ہیں لہذا وہ دہشت گردی کے الزام یا خطرے پر جو چاہے ظلم کرتی ہے۔ بلکہ اسی آڑ میں ٹوٹ مار کرتی ہے۔ ایک خاص اسکیم کے تحت شمالی علاقوں سے بوجھوں کو لاکر اس علاقے میں بسایا جا رہا ہے تاکہ مسلم اکثریت کا زور توڑا جائے۔

اس علاقے کے صوبہ نارائنتی وٹ میں بدھ کا ایک مجسمہ پلاطین ڈالر امریکی کے صرف سے نصب کیا گیا ہے۔

ستم ظریفی یہ کہ جنوب میں ملایا والوں نے اپنی سرحد بند کر رکھی ہے تاکہ شمال سے ستم رسیدہ مسلمان ادھر نہ جاسکیں۔

بھارت میں مسلم کش فسادات کا سلسلہ کبھی نہ رکا نہیں۔ وہ تو معمول کی بات ہے مسلمان حکومتیں دوستانہ اور تجارتی تعلقات میں کوئی فرق آنے کے خطرے سے لب کشائی نہیں کرتیں۔

پچھلے دنوں بڑا خوفناک واقعہ یہ ہوا کہ قرآن کو خلاف قانون قرار دلوانے کے لیے عدالت عالیہ میں استغاثہ لے جایا گیا۔ عدالت نے بھی کوئی باقاعدہ فیصلہ دینے کے بجائے معاملہ کو گول مول چھوڑ کر استغاثہ کو اپنے ریمارکس کے ساتھ محض روک دیا۔ گویا بھارت کا دروازہ اب بھی بند نہیں ہے۔ اس استغاثہ کے سلسلے میں کم سے کم بنگلہ دیش میں بڑا بھاری مظاہرہ ہوا۔ البتہ پاکستان خاموش رہا۔

پھر ایک مسلمان سپاہی کی وہ رٹ بھی نامنظور ہو گئی جس کی رُو سے مسلمان ملازم کو مذہبی لحاظ سے ڈاڑھی رکھنے کا حق ہے۔

تازہ اقدام یہ کہ مسلم پرسنل لائیں انڈین سپریم کورٹ نے مداخلت کر کے فتنے کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، بلکہ اکسایا گیا ہے کہ اگر حنفی فقہ کے خلاف اعتراضات اٹھانے جائیں تو عدالت اس میں تدویر کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ انڈیا کی کتاب قانون میں کئی اور قانون بھی ایسے ہیں جو مسلمانوں کے پرسنل لا سے ٹکراتے ہیں۔

بھارتی دسترک دفعہ ۴۴ یہ کہتی ہے کہ سارے ملک کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے۔ مسلمان اس سلسلے میں سخت مضطرب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک غیر سرکاری ترمیمی بل لوک سبھا میں لایا جانا چاہیے تاکہ اس دفعہ کو تبدیل کر کے مسلمانوں کو استثنائی طور پر پرسنل لا کا تحفظ دیا جائے۔ سابق وزیر قانون مسٹر آر۔ این، مریدھانے کہا ہے کہ ہم مسلمانوں کے پرسنل لا سے تعرض نہیں کرنا چاہتے۔

مقبوضہ کشمیر کے پرائیمری احوال کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

سید علی گیلانی (عمر ۵۲ سال) امیہ جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے ممتاز مقرر اور مقبول عام شخصیت ہیں اور کئی بار جیل کی وادٹی چرخار سے گذر چکے ہیں۔ گذشتہ مارچ کو انہیں پھر گرفتار کیا گیا۔ آج کل دل کی تکلیف کی وجہ سے نیشنل ہیڈریکل انسٹیٹیوٹ میں داخل ہیں۔ ان کا جرم یہ کہنا ہے کہ جب تک جموں اور کشمیر کے لوگ آزادانہ رائے شماری سے فیصلہ نہ کریں، ان کا انڈیا سے موجودہ الحاق آئینی حیثیت سے قابل قبول نہیں ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے سبٹ اجلاس میں ایوان کے اندر سخت ہنگامہ ہوا۔ سرکاری اور اپوزیشن کے ارکان میں ہٹھکا پائی تک فوبت پہنچی۔ وزیر خزانہ دیوی داس ٹھاکر کو سبٹ پیش نہیں کرنے دیا گیا۔ نیشنل کانفرنس کے فاروق گروپ اور پنچتر پارٹی کی طرف سے اسمبلی کو توڑنے اور دوبارہ انتخاب کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ حزب اختلاف کے ارکان دھرم مار کر بیٹھے گئے۔ یہاں تک کہ چلے گا مگلوچ ہوئی اور پھر مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ نیشنل کانفرنس کے پیارے لال نیڈو اور جے نسیج اور پنچتر پارٹی



کے بھیم سین کی رکنیت سبٹ اجلاس کی باقی ماندہ مدت کے لیے معطل کر دی گئی۔ اس سلسلے میں طلباء نے سرینگر میں مظاہرہ بھی کیا۔

یوم آزادی کے موقع پر سری نگر میں پاکستان کی حمایت میں تیسرے روز بھی مظاہرے جاری رہے۔ پاکستان کے حق میں نعرے لگائے گئے اور جھنڈے بھی لہرائے گئے۔ مظاہرین اور بھارتی پولیس کے درمیان تصادم ہوا۔ پولیس تشدد سے کم از کم ایک صد افراد زخمی ہوئے۔

۱۴ اگست کو پاکستانی پرچم گھروں اور دکانوں پر لہرانے کے جرم میں ایک سو سے زیادہ کشمیری مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان لوگوں کا تعلق جماعت اسلامی، اسلامی جمعیت طلبہ اور نیشنل فرنٹ سے تھا۔ یہ سلسلہ ہر سال اسی طرح ہوتا ہے۔

فوجی اور نیم فوجی سرکاری تنظیموں نے جھنڈے اتارنے کی مہم شروع کر دی۔ لیکن لوگوں نے جمع ہو کر مقابلہ کیا۔ زبردست لامٹھی چارج ہوا اور آنسو گیس استعمال کی گئی۔ درجنوں افراد زخمی ہوئے۔

”پاکستان زندہ باد“ ”غاصبو! ہمارا کشمیر چھوڑ دو“ اور ”بھارت مردہ باد“ کے نعرے بلند کیے جاتے رہے۔

مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا ایک منصوبہ عمل میں آ رہا ہے۔ اس کے تحت راجوری اور بدگام میں ۸ ہزار مسلم خواتین کو بذریعہ آپریشن بانسجھ بنایا گیا۔

آسام میں ۱۹۴۷ء میں کئی ہزار مسلمانوں کے قتل عام کے بعد آسامیوں کے مخالفانہ رویے کی وجہ سے اب یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد آسام آنے والے تمام غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے گا۔ ۱۹۷۱ء سے پہلے جو لوگ آئے تھے ان کو نکالا نہیں جائے گا، مگر ان کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد جو بنگلہ دیشی آسام میں داخل ہوئے ان کو بھی خارج کر دیا جائے گا۔ اس فیصلے کی زد میں ۳۵ ہزار افراد (بقول دیگر ۵۰ لاکھ) آئیں گے جن میں اکثریت بنگلہ دیشی

مسلمانوں کی ہے۔

سری لنکا عرصہ دراز سے نہ صرف ایک پُر امن ملک رہا ہے بلکہ اس کے تعلقات پاکستان سے دوستانہ ہیں۔ اس جزیرے میں مسلمان حملہ آور فاشنہیں یا حکمرانوں کی حیثیت سے داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ تبلیغی اور تجارتی روابط بنانے کے لیے آئے تھے۔

ان کے تعلقات دو بڑے نسلی گروہوں — سنہالیوں اور تامل آبادی اور بامہوں — سے یکساں طور پر دوستانہ رہے ہیں۔ حال ہی میں جو منگامہ آرائی انڈیا کی سلسلہ جنباتی سے تامل آبادی نے شروع کی ہے۔ اب اس کی لپیٹ میں بے گناہ مسلمان بھی آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف تا بلیوں نے کارروائی شروع کی ہے۔ ان کے ٹائٹل "گروہ نے ۲۴ افراد کو مسجد میں حالت نماز میں قتل کر دیا، ایک کو مسجد جاتے ہوئے شہید کیا۔ اس کے بعد جا بجا حملے شروع ہو گئے۔

دو ہفتوں میں ۵۰ مسلمان شہید ہوئے اور دس ہزار بے گھر ہو گئے۔ "ٹائٹل" مسلمان کسانوں کی فصلیں کاٹ کر لے گئے۔ سامانوں سے بھری لاریاں ٹائی جیک، کچھین، دکانوں اور کارخانوں پر دھاوا بول کر نقدی اڑا لی گئی۔ مسلمان خواتین کے ایک روایتی زیور جو گلو بند کی طرز کا ہوتا ہے، چھینا تو چا جانے لگا۔ ایک اسکول کو ٹوٹا گیا۔ حتیٰ کہ حملہ ایک مندر پر بھی ہوا جو شاہد ستھالیوں یا بدھوں کا گوا، مشرقی علاقے کے ایک گاؤں کی مسجد اور ایک روغنہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور مسلمانوں کو اس طرف جانے سے روک دیا گیا۔ لوگوں کو کھمبوں سے بانڈھ کر وحشیانہ طور پر ختم کر دیا۔ بھوں کے حملے ہوئے، عورتوں کی عصمتوں پر حملے کیے گئے۔

محمد حنیفہ وزیر نقل و حمل کا کہنا ہے کہ اس تباہ کاری کے پیچھے انڈیا ہے اور انڈیا کے پیچھے مشرقی یورپ کی ریاستیں ہیں۔ وزیر موصوف کو سخت شکایت ہے کہ روس، امریکہ، برطانیہ، غیر جانب دار ممالک حتیٰ کہ ہمارے عرب دوست تک انڈیا کے خلاف لب کشائی پر تیار نہیں ہیں۔

اب ذرا کچھ کرم فرمائیں اپنوں کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

انڈونیشیا جو بہت بڑی آبادی کا مسلم ملک ہونے کے لحاظ سے امیدوں کا مرکز رہا ہے آجکل نہایت بری طرح سے یورپی ثقافت و معاشرت (نیم عربیائی تنگ) اور عیسائیت کے حملوں کی شدید زد میں ہے۔

اس خرابی احوال کا راز یہ ہے کہ ایک تو سوہا تو صاحب کی بیوی (FIRST LADY OF THE STATE) عیسائی ہے اور دوسری طرف انڈونیشیا کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل مروانی بھی عیسائی ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کئی سینئر مسلمان جرنیلوں کا حق مار کر ان کو کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ سوہا تو نہ تو بیوی سے بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ مسلم افواج کے سربراہ سے معاملات خراب کر کے اپنے اقتدار اور زندگی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ جنرل مروانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ فوج اور سول میں زیادہ سے زیادہ نفری جاوا کی عیسائی آبادی سے لے رہا ہے ادھر مغرب اپنی ایڈ سے اور مشنری ادارے اپنی مالی، تعلیمی اور معالجاتی خدمات سے بری طرح نفوذ حاصل کر چکے ہیں۔ انڈونیشیا کے لئے عیسائیوں یا مغربی امپریلزم کے خلاف ذرا سی جنبش کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت حکومت جاوہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کے ارتداد کا کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حالات اگر یہی رہے تو دس سال بعد ”پنچ شیلا“ اور ”اقایم ثلاثہ“ کا دور دورہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اس حد تک دبا دیا گیا کہ ان کے بے کسی بھی سانحہ کے خلاف آواز اٹھانا ممکن نہیں رہا۔ عیسائی پادریوں، چرچ اور مشنری تنظیموں کو کھلی چھٹی ہے۔

ملک کے دو ہزار جزائر کے تمام ہوائی اڈے چرچ آف انڈونیشیا کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں۔ ۷ ستمبر ۸۳ء کو سیکورٹی فورسز نے ایک مسجد منہدم کر دی۔ اکتوبر میں شدید مظاہر ہوئے، تشدد میں سرکاری اطلاع کے مطابق ۳۵ افراد ہلاک اور ۵۳ زخمی ہوئے۔ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ مسلمان رہنماؤں کے خلاف سازش کے مقدمات چلائے گئے۔ احمد سنوسی (عمر ۶۳ سال) کو جو سابق وزیر ہیں مغربی جکارتنہ کی عدالت نے ۱۹ سال سزائے قید دی ہے۔ ان حالات میں خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی تحریک زبرد میں چلی جائے گی۔

حد سے زیادہ اذیت ناک خبر یہ ہے کہ یکم جون ۸۵ء کو ایک ریاستی عدالت نے بمبائنگ  
سسپویو (BAMBONG SISPOYO) کو اس الزام میں منرائے موت سنائی کہ وہ انڈونیشیا میں  
اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۷ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ منرا جس قانون کے تحت دی گئی ہے وہ صرف ایک دو روز پہلے منظور کیا گیا تھا ،  
دوسرے لفظوں میں جدید انڈونیشیا کے مذہب پنج شیلہ سے ارتداد کی یہ منرا دی گئی ہے۔  
سال ۸۵ء کے آغاز میں سہارٹو نے خطاب میں کہا تھا کہ ہمیں (نتہا پسندی اور دہشت گردی  
کی ہر علامت کو اٹھنے اور بڑھنے سے پہلے ہی مٹا دینا ہے۔

حکومتی پالیسی کے واحد اصول کے طور پر پنج شیلہ ۱۶ اگست ۸۲ء کو اختیار کیا گیا اور  
مسلمانوں کی مخالفت کی پروا نہیں کی گئی۔ انڈونیشیا کی مابعد سامراجی دور کی پالیسی یہ ہے کہ ۹۹٪  
مسلمانوں کو وڈٹ کے حتی سے محروم کر دیا جائے۔ آپ اسلام پر تنقید کر سکتے اور اس کے خلاف  
قانون سازی کر سکتے ہیں مگر مقدس پنج شیلہ کے خلاف نہیں۔ یہ جدید "پنج بنائے ریاست" پنج بنائے  
اسلام سے متصادم ہیں۔

مصر میں ایک لمبا معرکہ شریعت کے داعیوں کا نیپولینی ضابطہ قانون کے محافطوں کے خلاف  
جاری رہا ہے۔ اول اول ۱۹۴۵ء میں مصر کے قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کی تحریک ہوئی  
پھر آمریت و جبریت کا سبب آ گیا۔ ۱۹۸۰ء میں نور السادات نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعے  
شریعت کو بنیادی سرچشمہ قانون قرار دیا۔ اس ترمیم کا تقاضا تھا کہ تمام قوانین کا جائزہ لے کر مخالف  
کتاب و سنت چیزوں کو ختم اور تبدیل کر دیا جائے مگر اس باب اقتدار اپنے فن کے بڑے ماہر ہوتے  
ہیں۔ سادات صاحب نے دوسری طرف سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ممنوع قرار دیا یعنی اب

۸۷ ترمیم میں بھی اربکان اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ایسا ہی الزام تھا مگر عیسائیت کا تسلط  
انسانہ تھا کہ عدالت منرائے موت سنا دیتی۔

قانون شریعت کے حق میں نہ کوئی لیڈر یا عالم اٹھ سکتا تھا اور نہ عوام میں حرکت پیدا کی جاسکتی تھی۔ آخر خود سادات صاحب کے قائم کردہ ایوان ہی میں آوازہ حق اٹھا۔ ظاہر ہے کہ اس پر ”نہیں“ کہنے کی جسارت تو کسی کو نہ ہو سکتی تھی۔ معاملہ ایک کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء کے خاتمے تک کمیٹی نے چھ بل تیار کر دیئے جنہیں شیوخ ازہر کی تائید بھی مل گئی۔

پھر جب اگلے سال نئی اسمبلی قائم ہوئی تو اس نے کام کو آگے بڑھانے کی بجائے یہ نکتہ اٹھایا کہ متذکرہ چھ بل تو بل ہیں ہی نہیں محض مطالعاتی رپورٹیں ہیں۔ سو معاملہ از سر نو مذہبی امور کی ایک کمیٹی کے سپرد ہوا۔ اس کمیٹی کے کام پر بھی ”نہ“ کہنے کی ہمت کسی کو نہ تھی مگر ”ہاں“ کہنا بھی سہاڑ تھا۔ اسی زمانے کا ایک نازہ قصہ یہ ہے کہ اسلامی رجحانات کو روکنے کے لئے حکومت نے ایک مسجد پر قبضہ کر لیا ہے۔ امام کو ہٹا کر سرکاری امام مقرر کیا گیا مگر سرکاری امام کی امامت کوئی ماننا نہیں۔ آخر ایک بڑا ایچی ٹیشن اٹھا جس کے سربراہ ضعیف العمر مگر جوان ہمت شیخ سلامہ ہیں جو گرفتار ہو چکے ہیں۔ خیال رہے کہ اخوان جیسے غیر تشدد پسند لوگوں پر ظلم ڈھانے کا آج یہ نتیجہ ہے کہ جو شیلے لوگوں سے لے کر تشدد پسندوں تک کئی نئے گروہ وجود میں آچکے ہیں۔

پر امن دعوت کو دبانے کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

ایوان میں انجینئر ابراہیم شکری (لیبر پارٹی) نے کہا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے جو بل مرتب ہوئے تھے ان کو ایوان میں پیش کر دیا جائے، نیز شراب کی تمام بھٹیوں اور کارخانوں کو بند کر دیا جائے۔ ٹیلی ویژن پر ایک نیا چینل صرف مذہبی پروگراموں کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور فیکٹری برائے دعوت اسلامی کو دوسرے کالجوں کے الحاق کا مجاز کیا جائے اور پارٹی کے احمد صباغی نے کہا کہ مطالبہ نفاذ شریعت میں کوئی اشتباہ ہو تو ریفرنڈم کرا لیا جائے اور متعدد اہم تقریریں ہوئیں۔ اب ڈاکٹر جواد الحق اور مفتی عبداللطیف حمزہ کے اثر سے حکومت نے پہلی مرتبہ ایک واضح موقف اختیار کیا۔ ڈاکٹر محبوب رفعت سپیکر اسمبلی نے اعلان کیا کہ مسئلہ شریعت میں کوئی اختلاف نہیں بحث صرف یہ ہے کہ نفاذ کیسے ہو۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کام ”تدریجاً“ اور ”سائنسی“ انداز سے ہونا چاہیئے۔ یہ معصوم سے الفاظ بچائے خود مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔ مزید یہ کام ہوا کہ اسمبلی کے مختلف حکومتی اور اختیاتی ممبران نے تقریباً ۳۱ بل تیار کر لئے ہیں

جو تجارتی لین دین سے لے کر سوشل سیکورٹی تک کے مسائل کو محیط ہیں۔

اخوان کے عمل نمائندگی کا رویہ بڑا گہرا رہا۔ انہوں نے حکومت سے معرکہ آرائی کئے بغیر نہ ان کے کسی غلط رجحان کی تائید کی اور نہ ان کو ٹیڑھے راستوں پر جانے دیا بلکہ صرف اچھے نقطہ ہائے نظر کی پشت پناہی کی۔ مصر کے عیسائی شریعت کے اجرا و نفاذ کے سخت خلاف ہیں اور گرجوں میں اسلامی شریعت کی کامیابی کے خلاف دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

مصر کی وزارت اوقاف نے ۳۵ ہزار مساجد پر قبضہ کا فیصلہ کیا ہے، جن میں سے ۷ ہزار پر قابو پایا جا چکا ہے۔

سوڈان میں جنرل سوار الذہب کے مارشل لا کے بعد سیاسی صورت حالات توڑ پھوڑ سے گزر رہی ہے۔ نئی پارٹیاں اور نئے موقف بن رہے ہیں۔ نظام اسلامی کی صبح کا ذب کا خواب پریشان تو ہوا مگر ایک بڑا اہم واقعہ وسیع الاساس "سوڈانی اسلامی قومی محاذ" کی تشکیل ہے جس کے سیکرٹری جنرل جناب حسن ترابی مقرر ہوئے ہیں۔ اس میں اخوان المسلمون صوفیاء اور مشائخ کے اہم حلقے جو سوڈان میں اثر رکھتے ہیں (انصار اور خاتمہ گروہوں کے علاوہ) سلفی گروہ، طلبہ، خواتین، ڈاکٹروں کی تنظیمیں اور مزدوروں کی ٹریڈ یونینیں شامل ہیں۔ اس محاذ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ جنوبی سوڈان کے مسلمانوں کو پہلی بار سیاسی اہمیت دی گئی ہے۔ محاذ کی تشکیل کا فیصلہ ۳ روزہ کانفرنس (۹ تا ۱۱ مئی) کے موقع پر کیا گیا۔ خرطوم کے مقام پر ۲۲ سو مندوبین شریک ہوئے۔ محاذ کا مقصد اسلام اور شریعت کو سوڈانی مسلمانوں کی زندگیوں پر جاری کرنا ہے۔ محاذ کی تشکیل سے لادین اور اشتراکی حلقوں میں نشوونما پھیل گئی ہے۔ کانفرنس کے بعد مطالبہ نفاذ اسلام کے لئے جلوس نکالا گیا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حکومت نے اس جلوس کی خطرناکی کے پیش نظر آئندہ کے لئے جلوس نکالنا ممنوع قرار دے دیا۔ ام درمان یونیورسٹی میں علماء کی ایک کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ستمبر ۸۳ء میں جو اسلامی قوانین نافذ کئے گئے تھے وہ برقرار رہنے چاہئیں اور علماء اسلام سے روگردانی کو برداشت نہیں کریں گے۔ شیخ عواد اللہ مفتی سوڈان نے ایسی شرانگیز آوازوں پر سخت گرفت کی ہے جس کا مقصد شریعت کو نامعقول قرار دینا اور اس کے حقائق پر مبنی ہونے کی نفی کرنا ہے (واضح رہے کہ ایسی کالی

بھیرٹس اور بھیرٹے یہاں بھی موجود ہیں، عوام کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ خدا کی شریعت کے خلاف عملوں کا توڑ کریں۔

دوسری طرف سوڈان کے کیتھولک کشمپوں کی کانفرنس نے عبوری فوجی کونسل سے کہا ہے کہ کونسل قوانین شریعت کو تبدیل کر دے (یہ پوری لادینی اور عیسائی دنیا کی خواہش ہے) کیونکہ شریعت ان کو آزادی ضمیر سے محروم کر دیتی ہے اور غیر مسلموں کے حقوق کو پامال کرتی ہے، (یا وہ گوئی کی بھی حد ہے) مطالبہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ عیسائیوں کی بہبود کا ایک الگ محکمہ کیا جائے تاکہ عیسائی سرگرمیوں میں سہولتیں پیدا ہوں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کے سوڈان میں اہم ترین شخصیت کونسی ہے؟

وہ شخص جان گیرنج (J-GARANG) ہے۔ چھ "م" اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

۱۔ مبارک حسنی۔ ۲۔ موئے (MOI)۔ ۳۔ مینگسٹو (MANGISTU)۔ ۴۔ مچیل (MACHEL)

۵۔ مولوٹو۔ ۶۔ موگا بے۔ علاوہ انہی دس افریقی حکومتیں اس کی پشت پر ہیں۔

یہ شخص سوڈان کا باغی عیسائی لیڈر ہے مگر قحط اور اقتصادی زبوں حالی کی زد میں آکر

جب نمیری نے تحریک نفاذ اسلام کا ٹاٹ لپیٹا تو مغرب سے انعام کے طور پر امداد کا سیلاب آنا شروع ہوا۔ عیسائی مشنریوں اور تنظیموں کا ایک جال پھیل گیا ہے اور اس سلسلے میں مرکزی اہمیت مقامی عیسائی لیڈر کو مل گئی ہے۔ غذائی سامان کے ساتھ بائبل کے نسخے تقسیم ہو رہے ہیں اور

سوڈان کے انقلابی اقتدار نے دس سال کے لئے مغرب کی پشت پناہی سے کام کرنے والی عیسائی تنظیموں کو جا بجا ادا رے کھولنے، ہسپتال قائم کرنے، مدرسے تعمیر کرنے اور عوام میں نفوذ کرنے کے پورے اختیارات (بلا مداخلت حکومت) دے دیئے ہیں۔ نتیجہ یہ

ہے کہ آج باغی عیسائی لیڈر کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

سوارا لذبہب کے سوڈان کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اریٹریا سے آنے والے

مصیبت زدہ مسلمان مہاجرین کو ایتھی اوپیا واپس بھیجنے کا اعلان اس اصولی بنیاد پر کیا ہے کہ ہم ایتھی اوپیا میں تقسیم اور علاقائی علیحدگی پسندی کے حق میں نہیں ہیں۔ اس کی وحدت اور

سالمیت ہمیں عزیز ہے۔

نائیجریا میں میتھا ڈسٹ چرچ کے لہشپ نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اسے شرعی عدالتوں کے قیام کے مطالبے پر کان نہیں دھرنے چاہئیں۔ یہ پہلا عیسائی چرچ ہے جس نے شریعت کے خلاف (سوڈان کے علاوہ) کھلم کھلا آواز اٹھائی ہے (ورنہ یہ کام تو مسلمان خود ہر جگہ بخوبی انجام دے رہے ہیں) لہشپ کتنا ہے کہ شریعت کا اجراء عدم رواداری کی تبلیغ کے ہم معنی ہے اور شریعت کی مخالفت کرنا گویا رواداری کی علیحدگی ہے۔

اب دوسرا رخ :

الجیریا کی سیکورٹی کورٹ سے ۷۰ ایسے افراد کو ۲۲ سال تک قید کی سزائیں سنائی گئی ہیں جن کے متعلق الزام ہے کہ وہ الجیریا کی خفیہ اسلامی تحریک کے ارکان یا ہمدرد ہیں۔ ان کے لیڈر مصطفیٰ علی کے لئے ان کی عدم موجودگی میں سزائے موت کا فیصلہ ہوا ہے۔ نا جائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں ۳۱ داعیان اسلام کو ۳ تا ۱۲ سال کی سزائے قید دی گئی ہے۔ سزایافتگان میں ۴۴ نوجوان ائمہ مساجد ہیں جن کو ۳ تا ۵ سال کی سزا ہوئی ہے۔ ۵ غیر حاضر افراد کے لیے موت کی سزا کا فیصلہ ہوا ہے۔

۱۹۸۲ء میں کمیونسٹ اور مسلم طلبہ کے ایک تضادم کے نتیجے میں جو مسلمان طلبہ گرفتار ہوئے تھے۔ ان کی رہائی کے لیے مظاہرے کرنے کے الزام میں درجنوں علماء اور مسلم دانشوروں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں جن کو اب رہا کیا گیا ہے ان پر بھی سخت نگرانی قائم ہے۔

نائیجریا کے لہشپ صاحب کو اطمینان ہونا چاہیے کہ ہمارے مسلمان حکمران اسلام کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتے، لہذا ان کو مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

لبنان میں شیعہ "عمل" گروپ نے جو قہر فلسطینی مسلمانوں پر ڈھایا۔ اس کی تفصیلات عام بھی ہو چکی



ہیں اور پرتی بھی۔ کیا ستم ہے کہ ماردھاڑ نہایت بہیمیت سے کی گئی، عورتوں اور بچوں کو درندوں کی طرح مارا گیا۔ عجیب حادثہ ہے کہ اسرائیل بھی فلسطینیوں کا دشمن ہے، لبنان کے فلاسٹیجی عیسائی بھی اور شیعہ عمل گروپ بھی۔ خدا نہ کرے مگر شاید فلسطینیوں کی اس بات پر گرفت ہوئی ہے کہ انہوں نے اسلامی نظریہ و کردار کا راستہ اختیار کر کے مسلمانانِ عالم سے اپیل کرتے کے بجائے محض ایک مظلوم عرب قوم کے تصور سے پالیسیاں بنائیں۔ لیکن اس سے شیعہ عمل گروپ کی حرکتِ شیعہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اب شام کی سنیے:

۵۰ سی سی قیدی جن میں ۱۵ فوجی افسر تھے، گذشتہ ۱۰ رجون کو شیخ مسکین نامی جیل خانے میں ہلاک کر دیئے گئے۔ سرکاری اعلان کے مطابق وہ جیل سے فرار ہونے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ حالانکہ حقیقتہً ان کو جیل والوں نے خود ایک میدان میں جمع کیا، پھر ان کو نشانہ تعذیب بنایا اور ان میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بریگیڈ سٹر جنرل نصیف جو "دمشق کے قسائی" کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ موقع پر اس خونخواری کے خود ڈاکٹر بکھڑے تھے۔

ٹیونس میں اسلامی تحریک کے لیے ۳ سالہ دور تشدد ابھی پورا ہوا ہے۔ اب تحریک پھر ابھر آئی ہے جس کا مقصد ملک کے سیاسی و اجتماعی مسائل کو اسلام کے مطابق حل کرنا ہے۔ ۶ رجون ۱۹۸۱ء کو تحریک شروع ہوئی۔ اور اب ۶ رجون ۱۹۸۵ء کو پھر نمودار ہوئی ہے۔

راشد الغنوشی رہا شدہ نوجوان بیٹرا کا کہنا ہے کہ اگر داخلی افتراق و تصادم اور باور بلاکوں کی ریشہ دوانیوں سے بچنا ہے تو سوائے اسلام کے کوئی راہ فلاح نہیں۔ تحریک اسلامی کھلی اور جمہوری کشمکش چاہتی ہے، مگر غنوشی کی پارٹی کو اول روز سےالاتجاہ الاسلامی کے نام سے رجسٹرڈ نہیں کیا جا رہا۔ درآنحالیہ ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی کو کام کی اجازت حاصل ہے۔ گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ایک تو لفظ "اسلام" کو نام سے نکال دیا جائے، دوسرے مسجدوں میں کام نہ کیا جائے۔ محض غیر سیاسی کچھل تنظیم کی حیثیت سے جماعت رجسٹرڈ کی جاسکتی ہے۔ ساری رکاوٹوں کے باوجود پارٹی عملاً (DE-FACTO) موجود ہے۔ ہم خیال طلبہ نے ایک کانفرنس گذشتہ اپریل میں طلبہ کی۔ اس میں ۱۵ ہزار طلبہ شریک ہوئے۔

ٹیونس کی جنرل یونین آف ورکرز اسلامی پارٹی کے ساتھ ہے۔ بس بائیں بازو کی جماعتوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔

ہم پہلے ایک شمارے میں جناب "غوثی" کے انٹرویو کا ترجمہ دے کر واضح کر چکے ہیں کہ ٹیونس میں مغرب کی غیر جیادارانہ ثقافت اور دیگر لغویات کا کتنا بڑا طوفان اُٹ چکا ہے اور کس طرح شراب قومی معیشت کی رگوں کا خون بن چکی ہے۔

ایک اچھی خبر بھی!

برما میں قرآن کریم کے برمی ترجمے کی نو جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔ ۳ جلدیں جن دس دس پارے ہیں چھپ گئی ہیں۔ یہ کام چھپا اسلامی تنظیموں کی کمیٹی کی نگرانی میں ہو رہا ہے اور اس میں حکومت برما سالانہ تقریباً ۱۱۷۰ ڈالر کی امداد دے رہی ہے۔ کمیٹی کے سربراہ علامہ غازی ہاشم ہیں۔ اب تک براہ راست نگرانی پالی زبان کے مشہور ماہر مسٹر احمد قاسم مرحوم نے کی۔

دیگر مطبوعات جن عرب "حکایات واقوال"، "مولیٰ علی"، "کربلا" اور "الف لیلہ"

شامل ہیں۔

مختلف مسلمان گروہوں اور تنظیموں کے لوگ گرمیوں کی چھٹیوں میں اسلام کے متعلق خصوصی مذہبی کورس پڑھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ ان میں معروف برمی مسلم خواتین کی لیگ، جمعیت العلماء اور شیعی گروہ شامل ہیں۔ ان کورسوں میں اسلامی تاریخ کے ساتھ برما کی تاریخ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ مسلمان طلبہ رنگون کی آرٹ اور سائنس یونیورسٹی اور میڈیکل کالج میں اجتماع کرتے ہیں اور تربیتی پروگرام عمل میں لاتے ہیں۔

پراودا ۲۱ رجون کی اشاعت کے مطابق کمیونسٹوں کی توقعات اب عرب ایرانی خطوں پر خاص طور پر مرکوز ہوتی جا رہی ہیں۔ عرب ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں اور ان کے ورکروں کے نمائندوں

کی کانفرنس میں جو لیڈر نانی قبرص میں منعقد ہوئی تھی، یہ بتایا گیا ہے کہ جمہوری اور مخالف سرمایہ داری پروگرام کو کمیونسٹ اب خلیج عرب / فارس — اور جزیرۃ العرب میں چلا رہے ہیں۔ اب اس علاقے کو سرزمین "امید" سمجھا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی کمیٹیوں کے نمائندگان کا اجلاس جنوری ۸۵ء میں ہوا تھا۔

ادھر جنوبی یمن میں مارکسی تحریک، شہنشاہیت اور مخالف انقلاب قوتوں کے پُراثر داخلی وحدت اور تنظیمی ہیئت اور سازشوں کے بحران سے دوچار ہے۔

کمیونسٹوں کا دوسرا مرکز امید شمالی افریقہ ہے — خصوصاً مراکش جہاں آزادی اور حقوق مزدوروں کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔

باتیں اور مسائل اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ میں انہیں سمیٹنے پر قادر نہیں ہوں۔ ترجمان کے محدود صفحات لمبی تحریک کے متحمل نہیں، مگر بار بار مجھے زیادتی کرنی پڑتی ہے۔

اب صرف ایک بات اور

امریکہ اور سارے یورپ میں آج ایک عجیب طوفان برپا ہے۔ مہینے بھر سے جراثیم ایک ہی قبضے سے بھرے چلے آ رہے ہیں۔

یہ ہے "اے، آئی، ڈی، ایس" (AIDS) کا قصہ۔ خون میں ایک خاص وائرس پیدا ہو جاتا ہے جو خون کے سفید ذرات پر حملہ کر کے ..... جسم کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔ اکاد کا دوائیں تو نمودار ہو رہی ہیں، مگر بس وہ "سائنٹفک اور میڈیکل" دنیا کے ٹوٹکے ہیں جو حقیقتی نہیں ہیں۔

داستانِ عبرت یہ ہے کہ پہلے انفرادی سطح پر مغرب والوں نے "سدومیت" (عملِ قومِ لوط) کو لیبیک کہا۔ پھر یہ و باعوامی ہو گئی۔ لہذا عوام کی حاکمیت کے دباؤ سے یہ جو قوم شنیع حلال کر دیا

گیا۔ پھر ”سدومیوں“ میں باقاعدہ مناکحتیں برسر عام ہونے لگیں۔ لوگ سمجھے کہ مفت کا عیش ہے۔ آخر انکشاف ہوا کہ یہ تو خطرناک روگ کا باعث ہے۔ اس وقت امریکہ میں (AIDS) کے مریضوں کی تعداد ۳۱ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ چونکہ مریض چھوٹ والا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ چند برس میں تعداد نصف ملین تک پہنچ جائے گی۔

اس مریض کا خوف سرطان سے بھی زیادہ زور پر ہے۔ مدارس میں اس کے مریض طلبہ کا داخلہ بند کیا جا رہا ہے اور ہسپتالوں نے اس کے شکار افراد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک عورت مر گئی تو اس کا شوہر اپنے حقیقی بچے کو اپنانے سے اس بنا پر تیار نہ ہوا کہ شاید بچے میں ”ایڈز“ کے برائے شیم موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے قوم لوط کو اس خطرناک بلا سے باز رکھنا چاہا تھا۔ مگر نہ اس وقت کے غیر سائنسی لوگ ماننے پر تیار ہوئے اور نہ آج کے سائنس پرست! اب نتائج بد دیکھ لو۔ تم لوگ ایک دن لحم خنزیر کے بھی ایسے تباہ کن اثرات سے آگاہ ہو گے کہ بچاؤ کا وقت گزر چکا ہوگا۔

برادرانِ ملت! سوچیے کہ یہ ترقی یافتہ اور مہذب قومیں کس طرح تباہی کی طرف جا رہی ہیں۔ خدا کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی مقدس روشنی عطا کی۔

آئیے آخر میں خدا سے دعا کریں کہ وہ پاکستان والوں کو بھی، اسلامی ممالک کو بھی اور دنیا بھر کے انسانیت کے ہر حصے کو بھی ہدایت سے نوازے اور یقیناً ایسا ہو کر رہے گا۔

سہ آسماں ہو کا سحر کے نور سے آئینہ پوش  
اور ظلمت رات کی سیلاب پا ہو جائے گی